اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

(۱۰)

ایمان

ابتک ایمانیات خمسہ پر بحیثیت مجموعی نظر کی گئی ہے اب تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ ان پانچوں امور میں سے ہر ایک کے متعلق اسلام نے کیا عقاید پیش کئے ہیں؟ ہر عقیدہ کی ضرورت و مصلحت کیا ہے؟ انسان کی قوت فکری پر اس کا کیا اثر مترتب ہوتا ہے؟ اور ذہن میں اس کے جم جانے سے کس طرح ایک صالح اور نہایت مستحکم سیرت کی تشکیل و تعمیر ہوتی ہے۔

۱۔ ایمان باللہ

ایمان باللہ کی اہمیت اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے۔ باقی جتنے اعتقادات و ایمانیات ہیں سب اسی ایک اصل کی فرع ہیں اور جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی ہے۔ اس کا مصدر اور مرجع خدا کی ذات ہے۔ ملائکہ پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے ملائکہ ہیں، کتابوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کی نازل کی ہوئی ہیں، رسولوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں، یوم آخر پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے انصاف کا دن ہے۔ فرائض۔ اس لئے فرائض ہیں کہ خدا نے ان کو مقرر کیا ہے حقوق اس لئے حقوق ہیں کہ وہ خدا کے حکم پر مبنی ہیں اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی جانب سے ہیں۔ غرض ہر چیز جو اسلام میں ہے، خواہ وہ عقیدہ ہو یا عمل، اس کی بنا صرف ایمان باللہ پر قائم ہے۔ اس ایک چیز کو الگ کر دیجئے، پھر نہ ملائکہ کوئی چیز ہیں، نہ یوم آخر، نہ رسول اتباع کے مستحق ٹھیرتے ہیں نہ ان کی لائی ہوئی کتابیں۔ نہ فرائض و طاعات میں کوئی معنویت باقی رہ جاتی ہے۔

نہ حقوق و واجبات ہیں، نہ اوامر و نواہی کسی قوت نفاذ کے حامل رہتے ہیں، اور نہ ضوابط و قوانین۔ اس ایک مرکز کے ہٹتے ہی یہ سارا کا سارا انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بلکہ سرے سے اسلام ہی کسی چیز کا نام نہیں رہتا۔

ایمان باللہ کا تفصیلی عقیدہ یہ عقیدہ جو اس عظیم الشان فکری و عملی نظام میں مرکز اور منبع قوت کا کام دے رہا ہے، محض اسی قدر نہیں ہے کہ "اللہ تعالیٰ موجود ہے" بلکہ وہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک مکمل اور صحیح تصور (جس حد تک انسان کے لئے ان کا تصور ممکن ہے) رکھتا ہے، اور اسی تصور صفات سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انسان کی تمام فکری اور عملی قوتوں پر محیط اور حکمران ہو جاتی ہے۔ محض ہستی باری کا اثبات وہ چیز نہیں ہے جسے اسلام کی امتیازی خصوصیت کہا جا سکتا ہو۔ اس لئے کہ دوسری ملل و نحل نے بھی کسی نہ کسی طور سے باری تعالیٰ کے وجود کا اثبات کیا ہے۔ البتہ جس چیز نے اسلام کو تمام مذاہب و ادیان سے ممتاز کر دیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ اس نے صفات باری کا صحیح، مکمل اور مفصل علم بخشا ہے، اور پھر اسی علم کو ایمان بلکہ اصل ایمان بنا کر اس سے تزکیۂ نفس، اصلاح اخلاق، تنظیم اعمال، نشر خیر و منع شر، اور بنائے تمدن کا اتنا بڑا کام لیا ہے، جو دنیا کے کسی مذہب و ملت نے نہیں لیا۔

ایمان باللہ کی مجمل صورت جس کے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کو دخولِ اسلام کی پہلی اور لازمی شرط قرار دیا گیا ہے، کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی دل سے اس امر کی تصدیق اور زبان سے اس امر کا اعتراف کہ "الٰہ" بجز اس ایک ہستی کے اور کوئی نہیں ہے جس کا نام اللہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ "الوہیت" کو کائنات کی جملہ اشیاء سے سلب کر کے، صرف ایک ذات کے لئے ثابت کیا جائے، اور ان تمام جذبات، تخیلات اعتقادات اور عبادات و طاعات کو جو "الوہیت" کے لئے مخصوص ہیں، اسی ایک ذات سے متعلق کر دیا جائے۔ اس مجمل کلمہ کے اجزاء ترکیبی تین ہیں۔

ایک الوہیت کا تصور۔

دوسرے تمام اشیاء سے اس کی نفی۔

تیسرے صرف اللہ کے لئے اس کا اثبات۔

قرآن مجید میں خدا کی ذات وصفات کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، وہ سب انہی تینوں امور کی تفصیل ہے۔

اولاً اس نے "اُلوہیت" کا ایک ایسا مکمل اور صحیح تصور پیش کیا ہے جو دنیا کی کسی کتاب اور کسی مذہب میں ہم کو نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام قوموں اور ملتوں میں یہ تصور کسی نہ کسی طور پر موجود ہے، لیکن ہر جگہ غلط یا نامکمل ہے۔ کہیں "الوہیت" نام ہے محض اوّلیت اور واجبیت کا، کہیں اس سے محض مبدئیت مراد لی گئی ہے، کہیں اس کو قوت اور طاقت کا ہم معنی سمجھا گیا ہے کہیں وہ محض خوف اور ہیبت کی چیز ہے، کہیں وہ صرف محبت کا مرجع ہے کہیں اس کا مفہوم محض رفع حاجات اور اجابت دعوات ہے پھر کہیں وہ قابل تجزیہ و تقسیم ہے، کہیں اس کو تجسیم اور تشبیہ سے آلودہ کیا گیا ہے، کہیں وہ اپنا کام کر کے معطل ہو چکی ہے، کہیں وہ آسمانوں پر متمکن ہے، اور کہیں وہ انسانی بھیس بدل کر زمین پر اتر آئی ہے۔ ان تمام غلط یا ناقص تصورات کی تصحیح اور تکمیل جس کتاب نے کی ہے وہ صرف قرآن ہے۔ اسی کتاب نے الوہیت کی تقدیس و تمجید کی ہے اسی نے بتایا ہے کہ "اِلٰہ" صرف وہی ہو سکتا ہے جو بے نیاز، صمد اور قیوم ہو، جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے، جو قادرِ مطلق اور حاکم علی الاطلاق ہو، جس کا علم سب پر محیط، جس کی رحمت سب پر وسیع، جس کی طاقت سب پر غالب ہو، جس کی حکمت میں کوئی نقص نہ ہو، جس کے عدل میں ظلم کا شائبہ تک نہ ہو، جو زندگی بخشنے اور وسائلِ حیات مہیا کرنے والا ہو، جو نفع و ضرر کی ساری قوتوں کا مالک ہو، اس کی بخشش اور نگہبانی کے سب محتاج ہوں، اسی کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت ہو، وہی سب کا حساب لینے والا ہو، اور اسی کو جزا و سزا کا اختیار ہو۔ پھر یہ الوہیت کی صفات نہ تجزیہ و تقسیم کے قابل ہیں کہ ایک وقت میں بہت سے "اِلٰہ" ہوں اور وہ ان صفات یا ان کے ایک ایک حصہ سے متصف ہوں،

نہ یہ وقتی اور زمانی ہیں کہ کبھی ایک "آلہ" ان سے متصف ہو، اور کبھی نہ ہو، نہ یہ قابل انتقال کہ آج ایک "آلہ" میں پائی جائیں اور کل دوسرے میں۔

الوہیت کا یہ کامل اور صحیح تصور پیش کرنے کے بعد قرآن اپنے انتہائی زور بیان کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ کائنات کی جتنی اشیاء اور جتنی قوتیں ہیں ان میں سے کسی پر بھی یہ مفہوم راست نہیں آتا۔ تمام موجودات عالم محتاج ہیں، مسخر ہیں، کائن وفاسد ہیں، نافع وضار ہونا تو درکنار خود اپنی ذات سے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں، ان کے افعال اور ان کی تاثیرات کا سرچشمہ ان کی اپنی ذات میں نہیں ہے بلکہ وہ سب کی سب کہیں اور سے قوت وجود، قوت فعل اور قوت تاثیر حاصل کرتی ہیں، لہذا کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جو "الوہیت" کا شائبہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو، اور جس کو ہماری نیازمندیوں میں سے کسی ایک حصہ کا بھی حق پہنچتا ہو۔

اس نفی کے بعد وہ ایک ذات کے لئے "الوہیت" ثابت کرتا ہے جس کا نام "اللہ" ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ سب کو چھوڑ کر اسی پر ایمان لاؤ، اسی کے آگے جھکو، اسی کی تعظیم کرو، اسی سے محبت کرو، اسی سے خوف کرو، اسی سے امید رکھو، جو کچھ مانگو اسی سے مانگو، ہر حال میں اسی پر توکل کرو، اور ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک دن اس کے پاس واپس جانا ہے، اس کو حساب دینا ہے، اور تمہارا اچھا یا برا انجام اسی کے فیصلہ پر منحصر ہے۔

ایمان باللہ کے اخلاقی فوائد صفات الٰہی کے اس تفصیلی تصور کے ساتھ جو ایمان باللہ انسان کے دل میں راسخ ہو جائے وہ اپنے اندر ایسے غیر معمولی فوائد رکھتا ہے، جو کسی دوسرے اعتقاد سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

وسعت نظر ایمان باللہ کا پہلا خاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کے زاویۂ نظر کو اتنا وسیع کر دیتا ہے جتنی خدا کی غیر محدود سلطنت وسیع ہے، انسان جب تک دنیا کو اپنے نفس کے تعلق کا اعتبار کرتے ہوئے

دیکھتا ہے اس کی نگاہ اسی تنگ دائرے میں محدود رہتی ہے جس کے اندر اس کی قدرت اس کا علم، اور اس کے مطلوبات محدود ہیں۔ اسی دائرے میں وہ اپنے لیے حاجت روا تلاش کرتا ہے، اسی دائرے میں جو قوت والے ہیں ان سے ڈرتا اور دبتا ہے اور جو کمزور ہیں ان پر فوقیت جتاتا ہے، اسی دائرے میں اس کی دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت، تعظیم اور تحقیر محدود رہتی ہے جس کے لئے بجز اس کے اپنے نفس کے اور کوئی معیار نہیں ہوتا۔ لیکن خدا پر ایمان لانے کے بعد اس کی نظر اپنے ماحول سے نکل کر تمام کائنات پر پھیل جاتی ہے۔ اب وہ کائنات پر اپنے نفس کے تعلق سے نہیں بلکہ خداوند عالم کے تعلق سے نگاہ ڈالتا ہے۔ اب اس وسیع جہان کی ہر چیز سے اس کا ایک اور ہی رشتہ قائم ہو جاتا ہے؛ اب اس کو ان میں کوئی حاجت روا، کوئی قوت والا . . . . کوئی ضار یا نافع نظر نہیں آتا۔ اب وہ کسی کو تعظیم یا تحقیر، خوف یا امید کے قابل نہیں پاتا، اب اس کی دوستی یا دشمنی، محبت یا نفرت اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے . . . . ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ میں جس خدا کو مانتا ہوں وہ صرف میرا یا میرے خاندان یا میری قوم ہی کا خالق اور پروردگار نہیں ہے بلکہ خالق السموات والارض اور رب العالمین ہے، اس کی حکومت صرف میرے ملک تک محدود نہیں بلکہ وہ مالک ارض و سما اور رب المشرق والمغرب ہے اس کی عبادت صرف میں ہی نہیں کر رہا ہوں بلکہ زمین و آسمان کی ساری چیزیں اُسی کے آگے جھکی ہوئی ہیں۔
وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (۳ : ۹) اور سب اُسی کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (۱۷ : ۵) اس لحاظ سے جب وہ کائنات کو دیکھتا ہے تو کوئی اس کو غیر نظر نہیں آتا، سب اپنے ہی اپنے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی ہمدردی، اس کی محبت، اس کی خدمت کسی ایسے دائرے کی پابند نہیں رہتی جس کی حد بندی اس کے اپنے نفس کے تعلقات کے لحاظ سے کی گئی ہو۔

پس جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا۔ اس کی وسیع المشربی کے لئے "بین الملت" کی اصطلاح بھی تنگ ہے۔ اس کو تو حقیقت میں "آفاقی" اور "کائناتی" کہنا چاہئے۔

عزت نفس پھر یہی ایمان باللہ انسان کو پستی و ذلت سے اٹھا کر خودداری و عزت نفس کے بلند ترین مدارج پر پہنچا دیتا ہے۔ جب تک اس نے خدا کو نہ پہچانا تھا، دنیا کی ہر طاقتور چیز، ہر نفع یا ضرر پہنچانے والی چیز، ہر شاندار اور بزرگ چیز کے سامنے جھکتا تھا اس سے خوف کھاتا تھا، اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا، اس سے امیدیں وابستہ کرتا تھا۔ مگر جب اس نے خدا کو پہچانا تو معلوم ہوا کہ جن کے آگے وہ ہاتھ پھیلا رہا تھا وہ خود محتاج ہیں، یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ (۱۷، ۶) جن کی وہ بندگی کر رہا تھا وہ خود اسی کی طرح بندے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (۷: ۲۴) جن سے وہ مدد کی امیدیں رکھتا تھا وہ اس کی مدد تو درکنار آپ اپنی ہی مدد نہیں کر سکتے۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (۷: ۲۴) حقیقی طاقت کا مالک تو خدا ہے، اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (۲: ۲۰) وہی حکمران اور صاحب امر ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (۶: ۵۷) حامی و مددگار اس کے سوا کوئی نہیں وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۲: ۱۳) مدد اسی کی جانب سے ہوتی ہے، وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔ (۳: ۱۳) رزق دینے والا وہی ہے، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۵۱: ۳) زمین و آسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۴۲: ۲) مارنے اور جلانے والا وہی ہے، اس کے اذن کے بغیر نہ کوئی کسی کو مار سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳: ۱۵) وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (۳: ۱۷) نفع و ضرر پہنچانے کی اصلی طاقت اسی کے ہاتھ میں ہے، وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (۱۰: ۱۱) یہ علم حاصل ہونے کے بعد وہ

تمام دنیا کی قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف ہو جاتا ہے۔ خدا کے سوا اس کی گردن کسی کے آگے نہیں جھکتی۔ خدا کے سوا اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا، خدا کے سوا کسی کی عظمت اس کے دل میں نہیں رہتی، اور نہ خدا کو چھوڑ کر وہ کسی دوسرے سے امیدیں وابستہ کرتا ہے۔

انکسار و تخشع لیکن یہ خودداری وہ جھوٹی خودداری نہیں ہے جو اپنی قوت، دولت، یا قابلیت کے گھمنڈ کا نتیجہ ہوتی ہے، یہ عزت نفس وہ عزت نفس نہیں ہے جو ایک بر خود غلط انسان میں نخوت، غرور اور تکبر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ یہ نتیجہ ہے خدا کے ساتھ اپنے اور تمام موجودات عالم کے تعلق کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کا، اس لئے خدا پر ایمان رکھنے والے میں خودداری انکسار کے ساتھ، اور عزت نفس خشوع وخضوع کے ساتھ ہم رشتہ ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا کی طاقت کے سامنے میں بالکل بے بس ہوں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (۶ : ۸) خدا کی فرمانروائی سے نکلنا میرے اور کسی ہستی کے بس میں نہیں ہے، يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا، لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۵۵ : ۳) میں کیا تمام عالم خدا کا محتاج ہے اور خدا بے نیاز ہے، وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (۴۷ : ۴) زمین و آسمان میں جو کچھ ہے خدا کا ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (۲ : ۴۰) اور مجھے بھی جو نعمت ملی ہے خدا سے ملی ہے وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (۱۶ : ۷) اس عقیدے کے بعد غرور و تکبر کہاں رہ سکتا ہے ایمان باللہ کا تو خاصہ لازم یہ ہے کہ وہ انسان کو سراپا انکسار بنا دیتا ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۲۵ : ۹)۔

خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جہلا ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں

غلط توقعات کا ابطال خالق اور مخلوق کے تعلق کی صحیح معرفت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

اس سے ان تمام غلط توقعات اور جھوٹے بھروسوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو عدم معرفت کا نتیجہ ہیں اور انسان خوب سمجھ لیتا ہے کہ اس کے لئے اعتقاد صحیح اور عمل صالح کے سوا فلاح و نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ جو لوگ اس معرفت سے محروم ہیں۔ ان میں سے کوئی سمجھتا ہے کہ خدا کے کاموں میں بہت سے اور چھوٹے چھوٹے خدا بھی شریک ہیں، ہم ان کی خوشامد کر کے سفارش کرا لیں گے۔ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّٰهِ (۲:۱۰) کوئی سمجھتا ہے کہ خدا بیٹا رکھتا ہے اور اس بیٹے نے ہمارے لئے کفارہ بن کر نجات کا حق محفوظ کر دیا ہے، کوئی سمجھتا ہے کہ ہم خود اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (۵ : ۳) ہم خواہ کچھ کریں ہمیں سزا نہیں مل سکتی ایسی ہی اور بہت سی غلط توقعات ہیں جو لوگوں کو ہمیشہ گناہ کے چکر میں پھنسائے رکھتی ہیں، کیونکہ وہ ان کے بھروسہ پر اپنے نفس کی پاکیزگی اور عمل کی اصلاح سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن قرآن جس ایمان باللہ کی تعلیم دیتا ہے اس میں غلط توقعات کے لئے کوئی گنجایش نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی قوم خدا کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتی، سب اس کے مخلوق ہیں اور وہ سب کا خالق بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (۵ : ۳) بزرگی اور اختصاص جو کچھ ہے تقویٰ کی بنا پر ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ (۴۹ : ۲) خدا نہ اولاد رکھتا ہے نہ کوئی اس کا شریک و مددگار ہے، لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ (۱۷ : ۱۲)۔ جن کو تم اس کی اولاد یا اس کا شریک سمجھتے ہو وہ سب اس کے بندے اور غلام ہیں۔ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ (۲ : ۴) کسی میں جرأت نہیں کہ اس کے اذن کے بغیر سفارش کر سکے مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (۲: ۳۴) اگر تم نافرمانی کرو گے تو کوئی سفارشی اور کوئی مددگار تمہیں اس کی پاداش سے نہ بچا سکے گا، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ (۱۳ : ۲)

رجائیت اور اطمینان قلب اسی کے ساتھ ایمان باللہ انسان میں ایک ایسی رجائی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو کسی حال میں مایوسی اور شکستہ دلی سے مغلوب نہیں ہوتی۔ مومن کے لئے ایمان امیدوں کا ایک لازوال خزانہ ہے جس سے قوت قلب و تسکین روح کی دائمی اور غیر منقطع رسد اس کو پہنچتی رہتی ہے۔ چاہے وہ دنیا کے تمام دروازوں سے ٹھکرا دیا جائے، سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے وسائل و ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں، مگر ایک خدا کا سہارا اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا، اور اس کے بل پر وہ ہمیشہ امیدوں سے لبریز رہتا ہے۔ اس لیے کہ جس خدا پر وہ ایمان لایا ہے وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے قریب ہوں اور تمہاری پکار کو سنتا ہوں۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲: ۲۳) مجھ سے ظلم کا خوف نہ کرو کہ میں ظالم نہیں ہوں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (۳: ۱۹) بلکہ میری رحمت کے امیدوار رہو کہ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے، وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (۷: ۹) میری رحمت سے مایوس تو وہ ہوتے ہیں جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۲: ۱۰) رہا مومن تو اس کے لئے مایوسی کا کوئی مقام نہیں اگر اس نے کوئی قصور کیا ہو تو مجھ سے معافی مانگے، میں اس کو معاف کروں گا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (۴: ۱۶) اور قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ (۳۹: ۶) اگر دنیا کے اسباب اس کا ساتھ نہیں دیتے تو وہ ان پر بھروسہ چھوڑ کر میرا دامن تھام لے، پھر خوف و حزن اس کے پاس بھی نہ پھٹکے گا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (۴۱: ۴) میری یاد وہ چیز ہے جس سے دلوں کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (۱۳: ۴)

صبر و توکل پھر یہی رجائیت ترقی کر کے صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جاتی ہے، جہاں مومن کا دل ایک سنگین چٹان کی طرح مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے اور ساری دنیا کی مشکلیں، دشمنیاں، تکلیفیں، مضرتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں یہ قوت انسان کو بجز ایمان باللہ کے اور کسی ذریعے سے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا اس کا بھروسہ ان مادی یا وہمی اسباب و وسائل پر ہوتا ہے جو خود کسی طاقت کے مالک نہیں ہیں۔ ان کے بل پر جینے والا گویا تارِ عنکبوت کا سہارا لیتا ہے۔ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ (۲۹: ۴۱) ایسے کمزور سہاروں پر جس کی زندگی کا مدار ہو اس کا کمزور ہو جانا تو یقینی ہے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ (۲۲: ۱۰) مگر جس کا بھروسہ خدا پر ہے جس نے خدا کا دامن تھام لیا ہے، اس کا سہارا ایسا مضبوط ہے کہ وہ کبھی ٹوٹ ہی نہیں سکتا وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲: ۳۴)۔ اس کے ساتھ تو رب السمٰوٰت والارض کی طاقت ہے اس پر کونسی طاقت غالب آسکتی ہے؟ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (۳: ۲۰) اس کو تو تمام جہان کی مصیبتیں مل کر بھی صبر و ثبات پامردی و استقامت کے مقام سے نہیں ہٹا سکتیں کیونکہ اس کے نزدیک سب برا اور بھلا اللہ کی طرف سے ہے، قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (۴: ۱۱) جو مصیبت بھی آتی ہے تقدیر الٰہی کے تحت آتی ہے اور اس کا ٹالنے والا بھی بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ (۹: ۷)

انبیاء علیہم السلام نے جس فوق البشری قوت سے دنیا کی ہولناک مصیبتوں کا مقابلہ کیا

تن تنہا بڑی بڑی سلطنتوں اور طاقتور قوموں سے نبرد آزما ہوئے، اسباب دنیوی کے بغیر دنیا کو مسخر کرنے کا عزم لیکر اٹھے، اور مشکلات کے طوفانوں میں بھی اپنے مشن سے نہ ہٹے، وہ یہی صبر و توکل کی قوت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو دیکھئے اپنے ملک کے جبار فرمانروا سے مناظرہ کرتے ہیں، بے خوف آگ میں کود پڑتے ہیں، اور آخر اِنِّي ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّي سَيَهْدِيْنِ کہہ کر کسی سر و سامان کے بغیر وطن سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ہودؑ کو دیکھئے کس طرح عاد کی زبردست قوت کو چیلنج دیتے ہیں۔

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ　　تم سب مل کر اپنی چالیں چل دیکھو اور مجھے ہرگز مہلت
اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ　　نہ دو۔ میں تو اس خدا پر بھروسہ کر چکا ہوں جو میرا اور
مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا　　تمہارا رب ہے۔ کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی
(۱۱ : ۵)　　چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔

حضرت موسیٰؑ کو دیکھیے۔ خدا کے بھروسے پر فرعون کی زبردست طاقت سے مقابلہ کرتے ہیں وہ قتل کی دھمکی دیتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ میں ہر متکبر کے مقابلہ میں اس کی پناہ لے چکا ہوں جو میرا اور تم سب کا رب ہے اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ (۴۰ : ۳) مصر سے نکلتے وقت فرعون اپنی پوری فوجی طاقت کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہے، ان کی بزدل قوم گھبرا کر کہتی ہے کہ دشمنوں نے ہمکو آ لیا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ مگر وہ انتہائی سکون قلب کے ساتھ کہتے ہیں ہرگز نہیں، اللہ میرے ساتھ ہے، وہی مجھ کو سلامتی کی راہ پر لگا دے گا۔ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (۲۶ : ۴) سب سے آخر میں نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے۔ ہجرت کے موقع پر ایک غار میں تشریف رکھتے ہیں، صرف ایک رفیق ساتھ ہے، خون کے پیاسے کفار سر پر آ پہنچے ہیں۔ مگر آپ اس وقت بھی مضطرب نہیں ہوتے۔ اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹ : ۶) "ہرگز نہ گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" یہ ناقابل تسخیر قوت، یہ آہنی عزم، یہ پہاڑ کی سی استقامت، بجز ایمان باللہ

کے اور کس چیز سے حاصل ہو سکتی ہے ؟

شجاعت اسی سے ملتی جلتی ایک اور صفت بھی ہے جو ایمان باللہ سے غیر معمولی طور پر پیدا ہوتی ہے یعنی جرأت وبسالت اور شجاعت وشہامت۔ انسان کو دو چیزیں بزدل بناتی ہیں ایک محبت جو وہ اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال سے رکھتا ہے۔ دوسرے خوف جو نتیجہ ہے اس غلط اعتقاد کا کہ نقصان پہنچانے اور ہلاک کر دینے کی قوت دراصل ان اشیاء میں ہے جو محض آلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ایمان باللہ ان دونوں چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ مومن کے رگ وپے میں یہ اعتقاد سرایت کر جاتا ہے کہ خدا سب سے زیادہ محبت کا حق رکھتا ہے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲: ۲۰) اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ مال اور اولاد سب دنیا کی زینتیں ہیں جن کا کبھی نہ کبھی ضائع ہونا یقینی ہے، کبھی نہ ضائع ہونے والی چیز وہ ہے جو خدا کے ہاں ملے گی۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (۱۸: ۶) دنیا کی زندگی تو محض چند روزہ ہے۔ اس کو ہم بچانے کی لاکھ کوشش کریں، موت بہرحال ایک دن آکر رہے گی۔ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ (۶۲: ۱) اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴: ۱۱) پھر کیوں نہ اس جان کو اس دائمی مسرت کی زندگی کے لئے قربان کر دیں جو اللہ کے ہاں ملیگی، وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۳: ۱۷) کیوں نہ دنیا کے چند روزہ لطف اور عارضی فائدوں کو اس خدا کی خوشی پر فدا کر دیں جو دراصل ہماری جان اور مال کا مالک ہے اور جو ان کے بدلے میں اس سے بہتر زندگی اور ان سے زیادہ حقیقی فائدے بخشنے والا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ

الجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (۹: ۱۴)

(۲) خوف تو مومن کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ نقصان پہونچانے اور ہلاک کرنے کی حقیقی قوت انسان یا حیوان، توپ یا تلوار، لکڑی یا پتھر میں نہیں ہے، بلکہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے تمام دنیا کی قوتیں مل کر بھی اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور خدا کا اذن نہ ہو، تو اس کا بال تک بیکا نہیں ہوسکتا وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (۲: ۱۲) موت کا جو وقت خدا نے لکھ دیا ہے اس سے پہلے کسی کے لائے موت نہیں آسکتی وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (۳: ۱۵) اور اگر موت کا لکھا ہوا وقت آن پہنچے تو پھر وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ (۳: ۱۶) پس جب معاملہ یہ ہے تو لوگوں سے ڈرنے کے بجائے خدا سے ڈرنا چاہئے فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۳: ۱۰) وہی حقیقت میں ایسی ہستی ہے جس سے ڈرا جائے، وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (۳۳: ۵) راہ خدا میں لڑنے سے جی چرانا تو ان کا کام ہے جن کے دل میں ایمان نہیں اس لئے کہ وہ خدا سے زیادہ بندوں سے ڈرتے ہیں، یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَةِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً (۴: ۱۱) ورنہ جو سچے مومن ہیں وہ تو دشمنوں کے دل بادل دیکھ کر بجائے ڈرنے کے اور زیادہ شیر ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کا بھروسہ دنیوی طاقت پر نہیں خدا پر ہے۔ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (۳: ۱۸)

قناعت و استغنا پھر یہی ایمان باللہ انسان کے دل سے حرص و ہوس اور رشک و حسد کے وہ رکیک جذبات بھی دور کر دیتا ہے جو اس کو طلب منفعت کے لئے ذلیل و ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر ابھارتے اور بنی نوع انسان کے درمیان فساد برپا کراتے ہیں۔ ایمان کہ ساتھ انسان

میں قناعت اور استغنا پیدا ہوتا ہے وہ دوسروں سے مقابلہ یا منافست نہیں کرتا۔ ظلم و عدوان کی وادیوں میں دوڑ دھوپ نہیں کرتا ہمیشہ باعزت طریقہ سے اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے اور جو تھوڑا یا بہت مل جاتا ہے اس کو خدا کی دین سمجھکر قناعت کرلیتا ہے۔ مومن کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ (۳: ۸) رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ۔ (۱۳: ۳) حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے حکمران بنادے، اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (۷: ۱۵) عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عزیز بنادے اور جسے چاہے ذلیل کردے، تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (۳: ۳) پھر دنیا کا یہ نظام کہ عزت، دولت، قوت، حسن، ناموری، اور دوسرے مواہب کے اعتبار سے کوئی گھٹا ہوا ہے اور کوئی بڑھا ہوا، دراصل خدا ہی کا قائم کردہ ہے خدا اپنی مصلحتوں کو خود بہتر جانتا ہے، اس کے بنائے ہوئے نظام کو بدلنے کی کوشش کرنا نہ تو انسان کے لئے مناسب ہے اور نہ اس میں کامیابی ممکن ہے وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (۱۶: ۱۰) وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۴: ۵)۔

اصلاح اخلاق و تنظیم اعمال ان سب سے زیادہ اہم فائدہ وہ ہے جو ایمان باللہ سے تمدن کو پہنچتا ہے اس سے انسانی جماعت کے افراد میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے، نفوس میں پاکیزگی اور اعمال میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے، لوگوں کے باہمی معاملات درست ہوتے ہیں، پابندی قانون کی حس پیدا ہوتی ہے، اطاعت امر اور ضبط و نظم کا مادہ پیدا ہوتا ہے،

اور افراد ایک زبردست باطنی قوت سے اندر ہی اندر سدھر کر ایک صالح اور منظم سوسائٹی بنانے کے لئے مستعد ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل ایمان باللہ کا معجزہ ہے، اور اسی کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا کی کسی حاکمانہ قوت یا تعلیم و تربیت، یا وعظ و تلقین سے اصلاح اخلاق اور تنظیم اعمال کا کام اتنے وسیع پیمانے اور اتنی گہری بنیادوں پر انجام نہیں پا سکتا۔ دنیوی قوتوں کی رسائی روح تک نہیں، صرف جسم تک ہے، اور جسم پر بھی ان کی گرفت ہر جگہ اور ہر وقت نہیں ہے تعلیم و تربیت اور وعظ و تلقین کا اثر بھی صرف عقل و فکر تک محدود رہتا ہے، اور وہ بھی ایک حد تک۔ رہا نفس امارہ تو وہ نہ صرف خود اس سے غیر متاثر رہتا ہے بلکہ عقل کو بھی مغلوب کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ لیکن ایمان وہ شئے ہے جو اپنی اصلاحی اور تنظیمی قوتوں کو لئے ہوئے انسان کے قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے، اور وہاں ایک ایسے طاقتور اور بیدار ضمیر کو نشوونما دیتا ہے جو ہر وقت ہر جگہ انسان کو تقویٰ اور طاعت کی سیدھی راہ دکھاتا رہتا ہے اور شریر سے شریر نفوس میں بھی اپنی ملامتوں اور سرزنشوں کا کچھ نہ کچھ اثر پہنچائے بغیر نہیں رہتا۔

یہ عظیم الشان فائدہ علم الٰہی اور قدرت خداوندی کے اُس اعتقاد سے حاصل ہوتا ہے جو ایمان کا ایک ضروری جز ہے قرآن مجید میں جگہ جگہ انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ خدا کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اور کوئی بات اس سے چھپ نہیں سکتی۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲:۱۴)	مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے تم جدھر رخ کرو گے ادھر اللہ موجود ہے، یقیناً اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔
اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲:۱۸)	تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تم سب کو پکڑ بلائے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔ (۳:۱)	یقیناً اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔
وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (۶:۷)	اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں بر و بحر میں جو کچھ ہے سب کو وہ جانتا ہے۔ ایک پتہ بھی اگر زمین پر گرتا ہے تو اللہ کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اور زمین کی تاریک تہوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔
وَنَحْنُ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (۵۰:۲)	ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے، اور ہم وہ باتیں تک جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کے نفس میں آتا ہے ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں
مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا۔ (۵۸:۲)	کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا خدا نہ ہو، اور کوئی سرگوشی پانچ آدمیوں میں ایسی نہیں ہوتی جس میں چھٹا خدا نہ ہو۔ اور نہ اس سے کم یا زیادہ آدمیوں کا کوئی اجتماع ایسا ہے جس میں وہ ان کے ساتھ نہ ہو، خواہ وہ کہیں ہوں۔
یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا (۴:۱۶)	وہ لوگوں سے پردہ کر سکتے ہیں، مگر خدا سے پردہ نہیں کر سکتے خدا اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ اس کی رضا کے خلاف راتوں کو چھپ چھپ باتیں کرتے ہیں اور وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اس پر خدا محیط ہے۔

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (۲: ۹)
کیا وہ نہیں جانتے کہ وہ خفیہ اور علانیہ جو کچھ بھی کرتے ہیں خدا کو اس کا علم ہے۔

وَاِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (۵۰: ۲)
دو ضبط کرنے والے فرشتے ہر شخص کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کر رہے ہیں، کوئی بات زبان سے ایسی نہیں نکلتی کہ کوئی نگرانی کرنے والا اس کو لکھنے کے لئے تیار نہ ہو۔

سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِہٖ وَمَنْ ھُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّیْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّھَارِ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (۱۳: ۳)
خواہ تم میں سے کوئی چھپا کر بات کرے یا بآنگ دہل اور خواہ کوئی رات کی تاریکیوں میں پوشیدہ ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو بہرحال اس کے آگے اور پیچھے خدا کے جاسوس لگے ہوئے ہیں جو خدا کے حکم سے ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی خوب اچھی طرح انسان کے ذہن نشین کر دی گئی ہے کہ ایک دن ضرور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ (۲: ۲۸) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (۲: ۲۵) اور اس کو ہر چیز کا حساب دینا ہے، اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا (۴: ۱۱) اور اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (۸۵)

یہ عقیدہ جس کو طرح طرح سے دل میں بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اصل اسلام کے پورے قانون کی قوت نافذہ ہے۔ اسلام نے حرام و حلال کے جو حدود بھی مقرر کئے ہیں۔ اخلاق معاشرت اور معاملات کے متعلق جو احکام بھی دیے ہیں۔ ان کے نفاذ کا اصلی انحصار نہ فوج اور پولیس اور عدالت پر ہے، اور نہ تعلیم و تلقین پر بلکہ وہ نفاذ کی قوت اس عقیدہ سے حاصل کرتے ہیں کہ

ان کا مقرر کرنے والا وہ زبردست فرمانروا ہے۔ جس کی قدرت اور جس کا علم ہر شئے پر حاوی ہے اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا نہ اپنے جرم کو چھپانے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور نہ اس کے محاسبہ سے کسی طرح بچ سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جگہ جگہ احکام دینے کے بعد یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود ہیں۔ خبردار ان سے تجاوز نہ کرنا، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (۲: ۲۹) یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے خدا دیکھ رہا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲: ۳۰)۔

(باقی)

مسلم ریویو

یہ نہایت درجہ مبارک مفید اور بیحد معلومات سے لبریز ماہانہ رسالہ ہے جو زبان انگریزی میں لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ علمائے اسلام و مشاہیر عالم کے پر مغز اور مدلل تحقیقات جدیدہ سے مرصع اور مقبول خاص و عام مضامین اسمیں عین وقت پر شائع کئے جاتے ہیں مغربی دنیا میں اس کے مضامین نے شمع ہدایت کا کام کیا ہے اور ہزاروں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے۔ یورپ امریکہ اور انگلستان کے کتب خانوں میں اور نادار طالبان حق اور غیر مسلم حضرات کو مفت ہزاروں کی تعداد میں ماہانہ دیا جاتا ہے۔ فرق اسلامیہ کے اختلافات میں اپنا دامن نہیں الجھاتا۔ دور جدید کے پیغمبروں کا یہ ہم نوا نہیں نہ ان کی امت سے اس کو تعرض ہے۔

اس کی سرپرستی کرنا اور اس کو کثیر الاشاعت بنانا بلا لحاظ فرقہ سب مسلمانوں کا دینی فرض ہے

قیمت سالانہ صرف ۵ور طلبا سے ۴

پتہ۔ منیجر مسلم ریویو ۱۶ کنگ اسٹریٹ لکھنؤ۔ (یوپی)